کیا مسلمانانِ عالم کے لئے شمسی سال موزوں ہوسکتا ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

فی الحقیقت جس قدر سائنٹیفک معلومات کو ترقی ہوتی جائے گی اور جس قدر کہ حقائقِ عالم کا انکشاف زیادہ ہوگا اسی قدر اسلامی اصولوں کی صداقت کے متعلق تائید حاصل ہوتی جائے گی، بظاہر شمسی سال میں تعین اوقات کی ایسی خوبی موجود ہے کہ اس کا دنیاوی امور کے لئے مفید ہونا بلا حجت تسلیم کیا جاسکتا ہے اور چونکہ کرہ زمین کی مداری حرکت کو جو 365 دن اور چند گھنٹوں اور منٹوں میں اور اپنے مرکز کے گرد ختم کرلیتی ہے، پورے بارہ حصوں یا بالفاظ دیگر مہینوں میں تقسیم کرلیا جاتا ہے اور پھر گھنٹوں کی کسرات کو چوتھے سال اور منٹوں کی کسرات کو ہر چوتھی صدی میں سال کبیسہ بنا کر پورا کرلیتے ہیں، اس لئے جو موسم ہر ملک میں جس مہینے کے لئے مختص ہے، اس میں تفاوت نہیں ہوتا اور ہمیشہ مہینوں کے نام ہی بتلا دیتے ہیں کہ آیا ان ایام میں دور دورہ گرمی یا جاڑہ کا ہے یا عمل ودخل بہار اور خزاں کا، برخلاف اس کے سال قمری میں مہینوں کے ساتھ ساتھ نہ تعین موسم ہے، نہ باقاعدہ سالانہ اوقات کی تقسیم، کیونکہ آج اگر ماہ صفر المظفر میں موسم گرما کا آغاز ہے تو اس سے نویں سال اس نام کے قمری مہینے میں کڑکڑاتا جاڑا پڑتا ہوگا، کیونکہ نو سال بعد بجائے اپریل کے صفر کا مہینہ جنوری سے مطابقت پائے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد 29 روز 12 گھنٹے 22 منٹ 2.8 سیکنڈ میں اپنا دورہ پورا کرلیتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ چاند قرص آفتاب کے محاذ آکر جب دوسری مرتبہ اسی نقطہ پر واپس آتا ہے تو اس کو 29 روز 12 گھنٹے 24 منٹ 2.8 سیکنڈ صرف کرنا ہوتے ہیں اور یہی باعث ہے کہ رویت ہلال کبھی 29 روز اور کبھی 30 روز میں ہوتی اور اسی کا نام قمری مہینہ ہے۔

دن کے اعتبار سے قمری سال تقریباً 355 دن کا ہوتا ہے اور اس لئے سال شمسی سے بقدر دس یوم تخمینی کم ہے، یہی کمی ہر چوتھے سال یعنی تین برس کے ختم ہونے پر ہندوستان میں ایک لوند کا مہینہ اضافہ کردینے سے پوری کرلی جاتی ہے حالانکہ اسلامی سال قمری میں کبھی کمی بیشی نہیں کی جاتی اور اس لئے ہمیشہ ہر سال دس اور کبھی گیارہ روز کی کمی سے مہینوں اور

موسموں میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ ظاہری نقص اسلامی سال قمری کا درحقیقت عیب ہے یا ثواب؟

بظاہر اس میں کوئی شک نہیں کہ سال شمسی میں تغیر اور تبدل موسم وقت معینہ پر ہونے پر زراعت اور تجارت میں کافی امداد ملتی ہے اور وقت پر کاشت وغیرہ کا انتظام کرلیا جاتا ہے لیکن دراصل زراعت کے لئے مہینوں کا جاننا کوئی ضروری شرط نہیں ہے، بلکہ اس کا انحصار موسم کے تغیر پر منحصر ہے، مثلاً ہندوستان میں جولائی کا مہینہ آجانا اس لئے کافی نہیں ہوسکتا کہ کاشتکار لوگ تخم ریزی شروع کردیں بلکہ اس کے لئے بارش کا ہونا لازمی ہے، چنانچہ ادھر بارش شروع ہوئی قلبہ رانی (ہل چلانے) کا کام جاری ہوگیا اور اگر بارش نہ ہو تو جولائی اور اگست سب مئی اور جون کے برابر ہیں، اسی طرح ایام بارش ختم ہونے کے بعد جب رت (موسم) بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور سردی کا آغاز ہر عالم اور جاہل کو یکساں طور پر محسوس ہوتا ہے تو لوگ سرمائی انتظام میں مصروف ہوجاتے ہیں اور کاشتکار لوگ فصل ربیع کے بونے میں ساعی ہوتے ہیں اور ان کو اس امر کے جاننے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی کہ اس مہینے کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں اور ایران میں اس کا کیا نام ہے۔

الحاصل جو خوبی بظاہر سال شمسی میں نظر آتی ہے اس پر کاروباری دنیا کا انحصار نہیں ہے، بلکہ تغیر موسم پر ہے، پھر اس قدر ضرورت بھی صرف ہندوستان میں محسوس ہوتی ہے جہاں تین موسم مقرر ہیں، حالانکہ دیگر ممالک میں بارش کے اوقات عموماً غیر معین ہیں، کہیں تو بارش ہوتی ہی نہیں اور کسی ملک میں ہوتی ہے تو کوئی دن خالی نہیں جاتا، اس لئے ظاہر ہے کہ سال شمسی کا وجود جس قدر کہ انضباط اوقات کے لئے ضروری ہے اس قدر لوازم زندگی کے لئے ابد (ضروری) نہیں اور اگر چند پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے اس کے فوائد مان لئے جائیں تو سب سے مشکل امر یہ پیش آتا ہے کہ تمام عالم کے مہذب اور غیر مہذب عالم اور جاہل ذکور اور اناث کے لئے کون ذریعہ ہے کہ جس سے وہ صحیح حساب تحویلات شمسی کا کریں اور اگر ایک مہینے کی ایام شماری میں غلطی پڑ جائے تو کس قدرتی علامت سے وہ اپنی تاریخوں کو صحیح رکھ سکیں۔

غرض اس تقریر سے یہ ہے کہ جب تک مصنوعی ذرائع مثل جنتری وغیرہ کے نہ حاصل ہوں یا ہر ملک وقوم میں چند منجم اور جوتشی نہ ہوں جن پر جنتری کا مدار ہو، اس وقت تک عوام کے لئے کوئی فطرتی اور قدرتی ذریعہ نہیں ہے کہ سال شمسی کا اجراء ہوسکے، چنانچہ باوجود علم وفضل کے ہندوستان کے قدیم علماء نے بھی اگرچہ سال شمسی بنایا کیونکہ ہندوستان میں بالخصوص فصول ثلاثہ کے باعث اس کی ضرورت تھی، لیکن ذریعہ حساب لگانے کا چاند ہی کو قرار دیا اور اس کے دور کی کمی کو ہر تین برس میں ایک مہینہ اضافہ کر کے رفع کردیا، لیکن اسلام نے جو تمام عالم کے لئے یونیورسل ریلیجن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس لوند کے مہینے کو بڑھانے کی ممانعت فرمادی اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس امتناع کی فلاسفی آج جغرافیائی معلومات نے

نہایت خوبصورتی سے بتلادی ہے اور سال قمری سے ہر مسلمان کو خواہ وہ خواندہ ہو یا نہ خواندہ ہندوستان کے سرسبز میدان میں ہو یا عرب اور صحرائے اعظم افریقہ کے لق دق ریگستان میں، ہلال دیکھ کر اپنے مہینے کا حساب لگانے کا طریقہ ایسا سہل بتلا دیا ہے کہ اس کو اس معاملے میں نہ پنڈت جی سے پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ جنتری کو الٹ پلٹ کرنے کی، بلکہ اس کو جنتریوں کے مصنوعی حساب کے دعوے پر جو رویت ہلال سے متعلق ہوتے ہیں خندہ زنی کا موقع ملتا ہے، اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ لوازمات زندگی میں سے جن کے لئے تعین اوقات کی ضرورت ہے، زراعت، تجارت اور ملازمت کے علاوہ عبادت بھی ایک لازمہ بشریت ہے جس کو ہر طبقہ اور ملت کے آدمیوں نے انسان کی پہلی ضرورت بتلایا ہے اور عبادت کے لئے ہر مذہب میں اوقات معین ہیں اور ان میں روزانہ بھی ہیں اور سالانہ بھی، چنانچہ سالانہ اوقات مقررہ میں سے دو اس درجہ کی عبادت ہیں جو ارکان اسلام میں داخل ہیں یعنی روزہ اور حج، روزے کے لئے ایک مہینہ مقرر ہے اور حج کے لئے بھی ایک دن خاص کر دیا گیا ہے، غالباً اس لئے کہ یونیفاریٹی (موافقت) رہے یا کوئی اور مصلحت مالک حقیقی کے علم میں ہو، بہر حال تعیین وقت کسی نہ کسی صورت ہر ایک دنیا کے مذہب اور طریق عبادت میں موجود ہے، پس جائے غور ہے کہ اگر ماہ صیام کے لئے بلحاظ سال شمسی ٹھنڈے اور چھوٹے دن مثلاً دسمبر یا جنوری منتخب کئے جاتے یا بہتر سے بہتر مہینے لئے جاتے ہیں جن میں تمام روئے زمین پر دن رات برابر ہوتے ہیں، یعنی مارچ اور ستمبر کے مہینے تو اسلام پر صاف اعتراض وارد ہوتا کہ سہولت کے لئے کیا اچھے دن چھانٹے ہیں اور اگر اس لحاظ سے ہمیشہ کے لئے اپریل سے لے کر اگست تک کے کوئی تیس روز پسند کر لئے جاتے تو ان ایام کی ناقابل برداشت سختیوں سے کبھی بھی اہل مذہب کے دل میں یہ کھٹکا گزرتا کہ دینداری کیسی سخت اور مشکل کر دی گئی ہے، روزے کے ایام ہمیشہ کے لئے ایسے وقت میں کر دیئے ہیں کہ آسمان جلتا ہے اور زمین تپتی ہے۔

غرض سال شمسی کے لحاظ سے حج اور ماہ صیام کا تقرر کبھی خالی از اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن یہاں تک جو وجوہ سال قمری کی فوقیت کی ہیں، وہ معلومات قدیم کی بنا پر ہیں، لیکن مجھے یہ دکھلانا ہے کہ جدید جغرافیائی معلومات نے اس مسئلے پر کہاں تک روشنی ڈالی ہے، چنانچہ اس علم کے ماہرین بخوبی واقف ہیں کہ خط استواء کے لحاظ سے زمین کی تقسیم نصف کرۂ شمالی اور نصف کرۂ جنوبی میں ہوتی ہے اور چونکہ آفتاب چھ مہینے شمال میں اور چھ مہینے جنوب میں خط استوا کے رہتا ہے، اس لئے دونوں کروں میں ایک ہی وقت میں موسم برعکس رہتا ہے یعنی اگر نصف کرۂ شمالی میں گرمی ہے تو جنوبی میں جاڑا، گویا جون کا مہینہ یورپ، ایشیا، شمالی امریکہ اور شمالی افریقہ میں سخت گرمی کا ہوتا ہے تو جنوبی افریقا، جنوبی امریکا اور آسٹریلیا میں کڑاکے جاڑے کو ہوتا ہے، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ اگر سال شمسی کے حساب سے کوئی مہینہ مقرر ہوتا تو آدھی دنیا ہمیشہ تکلیف میں رہتی اور دوسری نصف آرام میں، کیونکہ موسم کے ساتھ طوالت لیل و نہار میں بھی تفاوت ہے یعنی موسم گرما میں آباد حصہ دنیا میں 12 گھنٹے سے لے کر 20 گھنٹے تک کا دن ہوتا ہے برخلاف

اس کے موسم سرما میں 12 گھنٹے سے لے کر 14 گھنٹے کا دن رہ جاتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر جون کا مہینہ ماہ صیام ہوتا تو نصف کرۂ شمالی کے باشندوں کو علاوہ تپش و حرارت اور تشنگی کی شدت برداشت کرنے کے چودہ، اٹھارہ اور بیس گھنٹے تک روزہ رکھنا پڑتا اور کرۂ جنوبی میں باوجود سردی کے چھ یا آٹھ گھنٹے تک عیش ولذت دنیاوی ترک کرنا کافی ہوتا اور یہی ایک مسئلہ ثابت کر دیتا ہے کہ نعوذ باللہ جس نے یہ قاعدہ قرار دیا ہے وہ خود کرۂ زمین کی ساخت اور اس پر موسموں کی کیفیات اور تغیرات سے ناواقف ہے اور وہ مذہب جس میں ایسا قاعدہ ہو، ایک لوکل یا مختص المقام مذہب ہے کہ نہ کہ یونیورسل یعنی عالمگیر۔

اس اشکال کو سال قمری ہی نے طے کیا، اس کے مہینے چھتیس برس تک ہر شمسی موسم کے حصہ میں سے گزرتے ہیں اور اگر ایک زمانۂ عبادت گرمیوں میں آتا ہے تو چند سال بعد خزاں میں اور پھر بہار میں، چنانچہ ہر 36 سال کی مدت میں نصف کرۂ شمالی اور نیز جنوبی میں ماہ صیام ہر موسم کے ہر حصے میں گزر کر ایک ایسی عدل کی صورت پیدا کرتا ہے جس سے صاف روشن ہے کہ دین اسلام جس ذات کے نزدیک دین حق ہے یہ وہ ذات پاک ہے جس کو حکیم مطلق اور خداوند برحق کہتے ہیں جو مالک اور صانع ہر شے کا ہے اور جو تمام امور عالم سے بخوبی واقف ہے اور ایسا اصول صرف اس حکیم وعلیم کی آسمانی مدد سے قائم ہو سکتا ہے جو اس زمین کا پیدا کرنے والا اور صانع ہے ورنہ جس زمانہ میں دین اسلام چمکا ہے، اس وقت نہ جنوبی امریکہ معلوم تھی نہ ٹرانسوال اور آسٹریلیا کا وجود تھا، نہ نصف کرۂ شمالی و جنوبی میں اختلاف موسم کی بحث در پیش تھی، علی ہذا القیاس ایام حج بھی ایک موسم پر منحصر نہیں ہیں اور رفتہ رفتہ ہر موسم میں آنے سے حجاج کو ہر موسم میں سفر کرنے کا موقع مل سکتا ہے، پس وجوہات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ مسلمانان عام کے لئے پورے عدل کے ساتھ سال قمری ہی موزوں ہو سکتا ہے نہ کہ سال شمسی۔

☆......☆......☆

امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا طریقہ

فرمایا: اے خواص! اے عوام، اے وہ حضرات جو دونوں قسم کی شان رکھتے ہیں! تم سب ایک ہی جماعت ہو ﴿ان الدین عند الاسلام﴾ اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے یعنی اسلام۔ تم اللہ کے اس ارشاد کے مصداق نہ بنو ﴿یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم﴾ وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ پس تم ایسا نہ کرو اللہ کے ایک دین کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو اور تم کو چاہئے کہ تمہارے اندر جو عالم ہو وہ جاہل کو نصیحت کرے، کامل ناقص کو کمال کی طرف کھینچے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہو ﴿تعاونوا علی البر والتقوی﴾ باہم ایک دوسرے کی مدد کرو، نیکی اور پرہیز گاری میں، سختی کے ساتھ نہیں۔ دھوکہ اور فریب اور ظلم، تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں، بلکہ خیر خواہی اور نرمی سے نصیحت کرو۔ تدبیر و حکمت سے راستہ پر لاؤ، اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو، رسول اللہ ﷺ کی زبان بن کر صاف صاف کہو، مگر صاف کہنے سے پہلے مخاطب کو سمجھا دو کیونکہ سمجھی ہوئی بات خود ایک مقناطیس ہے جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔ (ارشادات حضرت رفاعیؒ)